غزل نمبر: 1
فقیرانہ آئے صدا کر چلے

● مصنف : میر تقی میر ● صنف : غزل ● ماخذ : کلیاتِ غزلیاتِ میر

حالات زندگی:

میر تقی میر کا اصل نام محمد تقی " اور " میر " تخلص تھا۔ آپ کے والد کا نام محمد علی متقی ہے جو اپنے نام کی طرح اپنے عہد کے صاحب کرامت بزرگ مانے جاتے تھے۔ آپ کے اجداد حجاز مقدس سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے، حیدر آباد، احمد آباد اور پھر آگرہ میں قیام کیا۔ میر کی پیدائش آگرہ ہی میں ہوئی۔ بچپن میں ہی آپ والد کے سائے سے محروم ہو گئے۔ چچا نے آپ کی پرورش کا ذمہ لیا مگر جلد ہی ان کا انتقال بھی ہو گیا۔ آخر کار آپ نے دلی میں خراب حالات کے پیش طر لکھنو کا رخ کیا اور اپنی وفات ۱۸۱۰ء تک لکھنو میں مقیم رہے۔ میر نے ایک بھر پور اور ہنگامہ خیز زندگی بسر کی۔ حادثات زمانہ نے آپ کو حساس مزاج بنادیا۔

علمی ادبی خدمات:

میر نے اردو کے چھے دیوان مرتب کیے جن میں غزلوں کے علاوہ قصائد، رباعیات، مثنویاں اور واسوخت نمایاں ہیں۔ نثر میں "نکات الشعراء ذکر میر اور فیض میر قابل ذکر تخلیقات ہیں۔ ایک دیوان فارسی کا بھی یاد گار چھوڑا ہے۔ میر نے تقریبا تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے تاہم آپ کی وجہ شہرت غزل ہے۔ آپ کو "خدائے سخن" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ہر دور میں آپ کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف نا صرف ہم عصر شعر ابلکہ متاخرین نے بھی کی ہے۔ بابائے اردو مولوی عبد الحق نے آپ کو سر تاج شعرائے اردو" قرار دیا ہے۔ اسلوب بیان میں سادگی، سلاست، بے تکلفی، ترنم اور سہل ممتنع ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی:

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
بن	بغیر	غم دوستاں	اپنوں کے غم
عہد	عہد و پیمان	تقدیر	قسمت
مقدور	جہاں تک ممکن ہو	دل اٹھانا	بیزار ہونا
جبین	پیشانی	حق بندگی	اللہ تعالیٰ کی غلامی کا حق
صدا	آواز، پکار		

اشعار کی تشریح

شعر نمبر:1

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں! خوش رہو ہم دعا کر چلے

حوالہ شعر:

صنفِ سخن : غزل
شاعر کا نام : میر تقی میرؔ
ماخذ : کلیاتِ میر تقی میرؔ

مفہوم:

محبوب کی گلی میں فقیروں کی طرح صدا دے رہے ہیں کہ تم خوش رہو ہماری یہ دعا ہے۔

تشریح:۔

میرؔ تقی میرؔ اردو شاعری کے سر تاج تھے۔ ان کی شاعری کا حسن عالم گیر ہے۔ ان کی غزل سادہ پُر درد، پُر خلوص اور انسانی جذبات کی عکاّس ہے۔ میر تقی میر کی غزل آپ بیتی کے روپ میں جگ بیتی بن کر آفاقی وُسعتوں کی حامل بن جاتی ہے۔ ان کے خاص موضوعات میں حسن و عشق، درد و غم، معاصر حالات، انسان دوستی اور احترامِ آدمیت، تصوف اور دنیا کی بے ثباتی اہم ہے۔

میر تقی میر ایک درویش صفت، صوفی منش اور دنیا سے بے نیاز شاعر تھے۔ وہ انتہائی خاکسار، ملنسار اور فقیرانہ مزاج کا حال شاعر تھا اس لیے اس شعر میں فرماتے ہیں کہ میں اس دنیا میں فقری کی طرح آیا تھا یعنی جب پیدا ہوتا ہے تو خالی ہاتھ آتا ہے اور جب بندہ فوت ہو کر اس دنیا فانی سے جاتا ہے تو بھی خالی ہاتھ ہوتا ہے اس لیے شاعر کہتا ہے کہ میں اس دنیا میں فقری کی طرح آیا تھا جس طرح فقیر آ کر صدا لگاتا ہے اور دعائیں دے کر واپس جاتا ہے۔ خواہ لوگ اس کے ساتھ جس طرح بھی رویہ روا رکھے وہ شکایت نہیں کرتا بلکہ دعائیں دیتا ہے۔ کیوں کہ اس کے پاس دعا کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا تو شاعر بھی دنیا والوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں فقیر کی مانند ہر کسی کو دعا دیتا ہوں اس لیے تم لوگ خوش رہو۔ میری زندگی جیسی بھی گزری، جتنے مشکلات اور مصائب جھیلے اس کے باوجود میں راضی اور خوش ہوں اور اس دنیا سے جاتے ہوئے آپ لوگوں کی آسانیوں اور خوشیوں کے لیے دعا گو ہوں۔ حدیث شریف کا مفہوم بھی ہے کہ مؤمن اس دنیا میں مسافر یا غریب کی طرح زندگی گزارتا ہے تو صوفی منش شاعر میر تقی میر نے بھی فقیروں کی زندگی گزار کر جاتے ہوئے لوگوں کو دعائیں دی۔

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالبؔ
تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں

شاعر بھی محبوب سے نظرِ کرم کا طلبگار ہے لیکن نظرِ التفات نہ ہونے پر شاعر بجائے مایوس ہونے کے اپنے محبوب کو دعاؤں سے نواز رہا ہے۔

شعر نمبر:2

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو اب وفا کر چلے

حوالہ شعر:

صنفِ سخن	:	غزل
شاعر کا نام	:	میر تقی میرؔ
ماخذ	:	کلیاتِ میر تقی میرؔ

مفہوم:

اے محبوب تجھ سے وعدہ تھا کہ تیرے بغیر زندہ نہیں رہیں گے۔ تیری جدائی میں اب زندگی کو قربان کر دیا ہے۔

تشریح:

میرؔ تقی میرؔ اردو شاعری کے سر تاج تھے۔ ان کی شاعری کا حسن عالم گیر ہے۔ ان کی غزل سادہ پُر درد، پُر خلوص اور انسانی جذبات کی عکاس ہے۔ میر تقی میر کی غزل آپ بیتی کے روپ میں جگ بیتی بن کر آفاقی وُسعتوں کی حامل بن جاتی ہے۔ ان کے خاص موضوعات میں حسن و عشق، درد و غم، معاصر حالات، انسان دوستی اور احترامِ آدمیت، تصوف اور دنیا کی بے ثباتی اہم ہے۔

اس شعر میں شاعر کہتا ہے کہ میں نے اپنے محبوب سے کہا تھا کہ تمہارے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکوں گا یعنی میری زندگی کا دارومدار محبوب کے ملنے اور اس کے ساتھ زندگی گزارنے پر ہے۔ اب جب مجھے میرا محبوب نہ ملا تو میں بھی زندہ نہیں رہ سکوں گا۔ یہ میرا اپنے محبوب سے وعدہ تھا اس لیے اب میں وہ وعدہ پورا کر کے اس دنیا سے جا رہا ہوں یعنی مرتے ہوئے بھی میں اپنے محبوب سے کیا کیا وعدہ پورا کر رہا ہوں۔ حقیقی اور کامل عاشق کی طرح زندگی میں بھی محبوب سے کبھی بے وفائی اور وعدہ خلافی نہیں کی اور مرتے ہوئے بھی اپنے عشق کے دعوؤں کو ایفا کر رہا ہوں۔ محبوب سے جدائی سے موت بہتر ہے اور یہ میرا وعدہ اور دعویٰ تھا اس لیے اس کو پورا کر کے جا رہا ہوں۔

وہ ہجر کی رات کا ستارہ وہ ہم نفس ہم سخن ہمارا
صدا رہے اس کا نام پیارا سنا ہے کل رات مر گیا ہو

محبوب سے تعلق نبھانا وفاداری بشرطِ استواری سے مشروط ہوتا ہے۔ دستور یہی ہوتا ہے کہ جب انسان کسی سے تعلق قائم کرتا ہے تو اس کا اس تعلق کو ہر حال میں نبھانا ہی اصل کمال ہوتا ہے۔ شاعر جو دعویٰ کرتا ہے کہ زندگی محبوب کے بغیر بے کار ہے اور اس کے بغیر زندہ رہنا ناممکن ہے اور اس وعدے کی وفا کی یہ دلیل ہے کہ عاشق محبوب کی جدائی میں اپنی زندگی قربان کر رہا ہے۔

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

شعر نمبر:3

شفا اپنی تقدیر ہی میں نہ تھی
کہ مقدور تک تو دوا کر چلے

حوالہ شعر:

صنفِ سخن : غزل
شاعر کا نام : میر تقی میرؔ
ماخذ : کلیاتِ میر تقی میرؔ

مفہوم:

میری تقدیر میں ہی مرضِ عشق سے رہائی نہ تھی حالانکہ اس کا بہت علاج بھی کیا۔

تشریح:

میر تقی میرؔ اردو شاعری کے سر تاج تھے۔ ان کی شاعری کا حسن عالم گیر ہے۔ ان کی غزل سادہ پُر درد، پُر خلوص اور انسانی جذبات کی عکاسی ہے۔ میر تقی میر کی غزل آپ بیتی کے روپ میں جگ بیتی بن کر آفاقی وُسعتوں کی حامل بن جاتی ہے۔ ان کے خاص موضوعات میں حسن و عشق، درد و غم، معاصر حالات، انسان دوستی اور احترامِ آدمیت، تصوف اور دنیا کی بے ثباتی اہم ہے۔

اس شعر میں میر تقی میر کہتے ہیں کہ میں ایک ایسے مرض میں مبتلا ہوں جو کہ لاعلاج ہے یعنی عشق کا مرض لاعلاج ہوتا ہے۔ میں نے اپنی پوری کوشش کی مگر مجھے شفا نہیں ملی کیونکہ صحت یاب ہونا میرے قسمت میں نہیں تھا۔ عشق کا مرض ایسا مرض ہوتا ہے جو علاج ہونے سے اور بڑھتا ہے۔ میر تقی میر اس شعر میں بھی یہی کہتے ہیں کہ میرے قسمت میں تندرست ہونا نہیں لکھا تھا اور نہ میں نے علاج کی پوری کوشش کی۔

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں، کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اس بیماریٔ دل نے آخر کام تمام کیا

شاعر حضرات ہر تکلیف اور مصیبت کا ذمہ دار اپنی قسمت کو ہی قرار دیتے ہیں۔ اس شعر میں بھی شاعر مرضِ لاعلاج یعنی عشق کی بلاؤں اور تکالیف کا ذکر کر رہے ہیں اور ساتھ ہی مقدر سے گلہ بھی کر رہے ہیں کہ ہمیں قسمت کی مار پڑی اور عشق جیسی بلا میں گرفتار ہو گئے۔ جب اس کا احساس ہوا تو اس مرض سے علاج کی حتی الامکان کوشش کی لیکن افسوس کہ اس مرض سے نجات پانا میری قسمت میں ہی نہ تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عاشق چاہے جیسی ہی بلاؤں اور میں مبتلا کیوں نہ ہو لیکن وہ عشق کے مرض سے دل سے رہائی نہیں چاہتا۔

مریضِ عشق پہ رحمت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

شعر نمبر:4

دکھائی دیے یوں کہ بے خود کیا
ہمیں آپ سے یوں جدا کر چلے

حوالہ شعر:

صنفِ سخن : غزل
شاعر کا نام : میر تقی میرؔ
ماخذ : کلیاتِ میر تقی میرؔ

مفہوم:

محبوب کے دیدار کے بعد عاشق اپنا ہوش و حواس گنوا بیٹھتا ہے۔

تشریح:

عشق و عاشقی کے معاملات میں عاشق کی سب سے بڑی خواہش دیدارِ محبوب ہوتا ہے۔ محبوب کی فرقت اسے ہر وقت بے چین رکھتی ہے، اور جب ہزار جتن کے بعد وہ لمحات جاں فزا آ ہی جاتے ہیں۔ جب عاشق محبوب کا دیدار کرتا ہے، لیکن محبوب کا دیدار کرنے کے بعد عاشق اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے۔ عاشق کے لیے وہ لمحات بھی جاں گسل ہوتے ہیں۔ جب محبوب کے دیدار سے محروم ہوتا ہے۔ وہ نت نئی ترکیبیں اور بہانے تلاش کرتا ہے کہ محبوب کی دید کے لیے، مرزا غالب نے کہا تھا۔

یہ نہ تھی ہماری قسمت کی وصالِ یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

پھر وہ لمحہ دل گداز جب آ پہنچتا ہے جب محبوب کا دیدار ہوتا ہے لیکن محبوب کے دیدار کے بعد وہ عالم جذب و مستی میں کھو جاتا ہے۔ محبوب کی خوبصورت گفتگو، محبوب حسن و جمال، اس کے ناز و انداز عاشق پر جادوئی اثر کرتے ہیں۔ عاشق ان پر کیف نظاروں اور ان یادوں میں بے خود ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ بیدم وارثی نے کہا تھا۔

بے خود کیے دیتے ہیں انداز حجابانہ
آ دل میں تجھے رکھ لوں اے جلوہ جانانہ

جس طرح جناب موسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ تعالی کی بارگاہ میں رب کی دیدار کی گزارش کی اور اللہ تعالی کی جناب سے ان کی عرض پوری کی گئی لیکن جب دیدارِ الٰہی کی تجلیات میں سے ایک معمولی سی تجلی جو رب نے اپنے کرم سے نازل فرمائی اس کی جھلک پڑی تو آپ علیہ السلام اس کی تاب نہ لاتے ہوئے بے خود ہو گئے اور محبوب کے جلوؤں میں محو ہو گئے۔ اسی طرح میر تقی میر بھی یہی بیان کر رہے ہیں کہ اگر محبوب کے دیدار محبوب کے بعد عاشق ہوش و حواس بھی رخصت ہو جاتے ہیں۔

شعر نمبر5:

جبیں سجدہ کرتے ہی کرتے گئی
حقِ بندگی ہم ادا کر چلے

حوالہ شعر:

صنفِ سخن : غزل
شاعر کا نام : میر تقی میرؔ
ماخذ : کلیاتِ میر تقی میرؔ

مفہوم:

ہم نے ربِ کائنات کی اتنی عبادت کی کہ ساری عمر سجدے میں ہی گزار دی۔

تشریح:۔

میرؔ تقی میرؔ اردو شاعری کے سرتاج تھے۔ ان کی شاعری کا حسن عالم گیر ہے۔ ان کی غزل سادہ پُردرد، پرُخلوص اور انسانی جذبات کی عکاس ہے۔ میر تقی میر کی غزل آپ بیتی کے روپ میں جگ بیتی بن کر آفاقی وُسعتوں کی حامل بن جاتی ہے۔ ان کے خاص موضوعات میں حسن و عشق، درد و غم، معاصر حالات، انسان دوستی اور احترامِ آدمیت، تصوف اور دنیا کی بے ثباتی اہم ہے۔

شاعر اس شعر میں خالق حقیقی اور محبوب حقیقی سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ میں نے تمام عمر آپ کے در پر سجدہ کیا اور میرا ماتھا ہمیشہ جھکا رہا۔ میں آپ کی نعمتوں، احساسات اور بندگی کا حق ادا کرنے کے لیے ہمیشہ سجدے میں پڑا رہا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر بے تحاشا احسانات کیے ہیں اور ان کو صرف اور صرف اپنے عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اس لیے شاعر اللہ کے سامنے سربسجود پڑا رہا تا کہ بندگی کا حق ادا کرے اور سجدے کی حالت میں جان جان آفرین کے سپرد کرنا چاہتا ہے تا کہ قیامت کے روز جب اُٹھے تو سجدہ سے سر اٹھائے مگر کوئی تمام عمر سجدہ میں پڑا رہے، پھر بھی بندگی کا حق ادا نہ ہو سکا مگر انسان اپنے بس کے مطابق عبادت کرتا ہے۔ اس مضمون کو ایک اور شاعر نے کچھ ایسا بیان کیا ہے۔

جان دی دی ہوئی اس کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

شعر نمبر6:

نہ دیکھا غمِ دوستاں شکر ہے
ہمیں داغ اپنا دکھا کر چلے

حوالہ شعر:

صنفِ سخن : غزل
شاعر کا نام : میر تقی میرؔ
ماخذ : کلیاتِ میر تقی میرؔ

مفہوم:

اللہ کا شکر ہے کہ میرے دوستوں میں کوئی بھی عشق جیسے وبال میں مبتلا نہیں ہے۔ ایک ہم ہی اس تکلیف اور مصیبت کا شکار ہو چکے ہیں۔

تشریح:

میرؔ تقی میرؔ اردو شاعری کے سر تاج تھے۔ ان کی شاعری کا حسن عالم گیر ہے۔ ان کی غزل سادہ پُر درد، پرُ خلوص اور انسانی جذبات کی عکاّس ہے۔ میر تقی میر کی غزل آپ بیتی کے روپ میں جگ بیتی بن کر آفاقی وُسعتوں کی حامل بن جاتی ہے۔ ان کے خاص موضوعات میں حسن و عشق، درد و غم، معاصر حالات، انسان دوستی اور احترامِ آدمیت، تصوف اور دنیا کی بے ثباتی اہم ہے۔

اس شعر میں شاعر کہتا ہے کہ میں اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میں نے اپنے دوستوں کے بچھڑنے کا غم نہیں دیکھا۔ میری زندگی میں میرے دوست مجھ سے جدا نہ ہوئے اور نہ ان پر میری طرح تکالیف گزرے۔ البتہ مجھ پر زمانے اور دوستوں نے ستم ڈھائے مگر میں نے شکوہ شکایت کے بغیر برداشت کیے۔ میں ان کو اپنے دل کے داغ دکھا کر اس دنیا سے جارہا ہوں تو اس پر شکر ادا کرتا ہوں کہ مجھے دوستوں کے بچھڑنے کا غم برداشت نہ کرنا پڑا۔ البتہ ان کو میں اپنے داغ جو کہ زندگی میں غم اور تکالیف برداشت کر کے میرے دل پہ لگے تھے، دکھا کر جارہا ہوں۔ یہ ان کو یہ بتانے کے لیے ہیں کہ میں نے برداشت کیے مگر شکوہ نہیں کیا۔

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غم گسار ہوتا

شاعر بیان کرتے ہیں کہ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے اپنے دوستوں کے مسائل دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا لیکن بد قسمتی سے میر کو تکالیف سے بھری زندگی کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن شاعر اس بات پر اللہ کا شکر ادا کر رہا ہے کہ ان کے دوستوں کو محبوب کا دکھ نہ ملا جبکہ دوست ترکِ محبت کی صلاح بھی دیتے رہے۔

شعر نمبر7:

کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میرؔ
جہاں میں تم آئے تھے کیا کر چلے

حوالہ شعر:

صنفِ سخن : غزل
شاعر کا نام : میر تقی میرؔ
ماخذ : کلیاتِ میر تقی میرؔ

مفہوم:

انسان کو دنیا میں عبادت و بندگی کے لیے بھیجا گیا لیکن اس نے ساری زندگی غفلت اور بے مقصد گزار دی۔

تشریح:۔

میر تقی میر اردو شاعری کے سر تاج تھے۔ ان کی شاعری کا حسن عالم گیر ہے۔ ان کی غزل سادہ پُردرد، پُرخلوص اور انسانی جذبات کی عکاس ہے۔ میر تقی میر کی غزل آپ بیتی کے روپ میں جگ بیتی بن کر آفاقی وُسعتوں کی حامل بن جاتی ہے۔ ان کے خاص موضوعات میں حسن و عشق، درد و غم، معاصر حالات، انسان دوستی اور احترامِ آدمیت، تصوف اور دنیا کی بے ثباتی اہم ہے۔

غزل کے مقطع میں میر ایک عظیم حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے انسانوں کو اس دنیا میں اپنی عبادت اور اعلیٰ کلمتہ اللہ کے لیے بھیجا ہے۔ زندگی کا مقصد اللہ کی رضا اور خوشنودی کا حصول اور اللہ تعالی کی زمین پر اللہ تعالی کے قانون کے نفاذ کی کوشش کرنا ہے مگر اس دنیا میں آکر ہم اپنا مقصد اور مدعا بھول جاتے ہیں۔ مرنے کے بعد دنیا میں گزاری ہوئی زندگی کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا کیونکہ روز محشر کوئی بھی انسان تب تک اپنی جگہ سے نہیں ہل سکے گا جب تک اُس سے دنیا میں گزاری ہوئی زندگی کے بارے میں نہ پوچھا جائے۔ اگر اللہ تعالی روز قیامت پوچھے کہ میں نے تمہیں دنیا میں کس لیے بھیجا تھا؟ تم نے کیا کیا؟ نیک اعمال کیے ہیں؟ تو میرا نامہ اعمال تو نیکیوں سے خالی ہے۔ میں کیا جواب دوں گا؟ میں نے تو مقصد کو بھلایا تھا۔ اس شعر میں شاعر نے عقیدہ آخرت اور اللہ تعالی کی طرف سے حساب کتاب کے بارے میں نشاندہی کر کے ہمیں سبق دیا ہے کہ مرنے سے پہلے تیاری کر لو اور جواب دینے کے لیے نیک اعمال کرو ورنہ اس دن شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ دنیا دار العمل ہے اور آخرت دار الجزا ہے۔ وہاں امتحان میں پاس ہونے کی تیاری یہاں کرو اور ہمیشہ کی کامیابی حاصل کرو۔ **بقولِ میر!**

اس سے دور رہا اصل مدعا جو تھا
گئی یہ عمر عزیز آہ رائیگاں میری

مشقی سوالات

سوال نمبر1: میر کی شامل کتاب غزل کے متن کے پیش نظر مختصر جواب لکھیں۔

(الف) شاعر نے فقیرانہ انداز میں کن لفظوں میں دعا کی ہے؟

جواب: <u>دعائیہ کلمات</u>

شاعر نے دعائیہ الفاظ کہتے ہوئے یہ کہا ہے کہ آپ میرے ساتھ بھلا کریں یا برا کریں۔ لیکن فقیروں کی طرح ہماری یہی دعا ہے اللہ آپ کو خوش رکھے۔

(ب) شاعر نے اپنی کس عہد کو وفا کہا ہے؟

جواب: <u>محبوب سے جدائی</u>

شاعر نے اپنے محبوب سے وعدہ کیا تھا کہ تیرے بن ہم زندگی گزار لیں گے بدقسمتی سے قسمت میں بھی محبوب کی جدائی لکھی تھی۔ اس لئے شاعر اپنے اس وعدے پورا کر کے جا رہا ہے۔

(ج) شاعر کو مقدور تک دوا کرنے کے باوجود شفاء کیوں نہ ملی؟

جواب: <u>قسمت سے گلہ</u>

شاعر نے جہاں تک ہو سکا اپنے دکھ اور درد کا علاج کیا لیکن افسوس اس کی قسمت میں ہی شفا نہیں تھی۔

(د) شاعر کے نزدیک حق بندگی کس طرح ادا ہوتا ہے؟

جواب: <u>حق بندگی</u>

دنیا میں کوئی انسان اللہ تعالی کی عبادت کرتا رہے اس کے احکامات کو بجالائے اور سجدے میں اپنی عمر گزار دے۔ تب ہی وہ حقِ بندگی ادا کر سکتا ہے، اور شاعر اس بات پر اللہ کا شکر ادا کر رہا ہے کہ ہماری جبین اللہ کی بارگاہ میں سجدے کرتی رہی اور ہم بندگی کا حق ادا کر چلے۔

(ہ) شاعر نے کس بات کا شکر ادا کیا ہے؟

جواب: <u>وجۂ شکر</u>

شاعر اس بات پر اللہ تعالی کا شکر ادا کر رہا ہے کہ اس کو زندگی میں اپنے دوستوں، عزیزوں کا دکھ دیکھنے کو نہ ملا۔

سوال نمبر:2 میر کی شامل کتاب غزل کے متن کے پیش نظر مصرعے مکمل کریں۔

(الف) شفا اپنی تقدیر ہی میں نہ تھی

(ب) دکھائی دیے یوں کہ بے خود کیا۔

(ج) جبیں سجدہ کرتے ہی کرتے گئی۔

(د) حق بندگی ہم ادا کر چلے۔

(ہ) نہ دیکھا غم دوستاں شکر ہے۔

سوال نمبر:3 مطلع اور مقطع کسے کہتے ہیں؟ میر کی غزل سے مثال دیں۔

جواب:

تعریف

مطلع:

مطلع کا لغوی معنی ہے "طلوع ہونے کا مقام" لیکن اصطلاح میں ایسا شعر جو کہ کسی غزل یا قصیدے کا پہلا شعر ہو اور ہم ردیف اور ہم قافیہ ہو۔ مثال کے طور پر شامل کتاب غزل میر تقی میر کی غزل کا یہ مطلع ہے۔

فقیرانہ آئے، صدا کر چلے
میاں خوش رہو، ہم دعا کر چلے

مقطع:

لغوی معنی قطع کرنا، کاٹنا لیکن اصطلاح میں غزل، قصیدہ یا نظم کا وہ آخری شعر جس میں شاعر اپنا تخلص بیان کرے یہ مقطع کہلاتا ہے۔ مثال کے طور پر میر تقی میر کی غزل کا ایک مقطع ہے۔

کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میر
یہاں میں تم آئے تھے، کیا کر چلے

سوال نمبر:4 قافیہ کسے کہتے ہیں اور ردیف کیا ہوتی ہے؟ اس غزل میں قافیہ اور ردیف کی نشاندہی کریں۔

جواب:

ردیف اور قافیہ

قافیہ:

ہر شعر میں آنے والے ہم آواز الفاظ کو قافیہ کہا جاتا ہے۔ اور یہ عموماً ردیف سے پہلے ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر میر تقی میر کی غزل میں درج ذیل الفاظ قافیے کے طور پہ استعمال کیے گئے ہیں؛ صدا، دعا، وفا، دوا، جدا، ادا، دکھا، کیا۔

ردیف:

ردیف لفظ کے لغوی معنی ہوتے ہیں گھڑ سوار کے پیچھے بیٹھنے والا آدمی، مگر شعری اصطلاح میں قافیہ کے بعد آنے والے وہ لفظ یہ الفاظ جو جوں کے توں بغیر کسی تبدیلی کے دہرائے جائیں، ردیف کہلاتے ہیں جیسے میر تقی میر کے غزل میں الفاظ "کر چلے" ردیف کے طور پہ استعمال کئے گئے ہیں۔

سوال نمبر:5 درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کرے کہ ان کی تذکیر و تانیث واضح ہو جائے۔

صدا، عہد، تقدیر، شفا، جبیں، سجدہ، غم دوستاں، داغ

جواب :

الفاظ کا جملوں میں استعمال

الفاظ	جملے

صدا	فقیر گلی میں صدا لگا رہا تھا۔	
عہد	14 اگست کو یوم ایفائے عہد بھی کہتے ہیں۔	
تقدیر	بری تقدیر کو صدقے اور دعا سے ٹالا جا سکتا ہے۔	
شفا	اس دوا سے مجھے شفا نہ مل سکی۔	
جبیں	جبیں سجدے میں رکھ کر اللہ سے راز و نیاز کی باتیں کرنا بھی الگ لطف سرور دیتا ہے۔	
سجدہ	سجدہ نماز کا اہم رکن ہے۔	
غم دوستاں	اللہ تعالیٰ ہمیں غم دوستاں سے محفوظ رکھے۔ آمین	
داغ	دل کے داغ ہر ایک کو نہیں دکھائے جاتے۔	

کثیر الانتخابی سوالات

درست جواب کی نشان دہی کریں۔

1. **میر تقی میر پیدا ہوئے۔**

(A) ۱۸۱۰ء　(B) ۱۷۶۳ء　(C) ۱۷۲۳ء　(D) ۱۷۸۹ء

2. **میر تقی میر کا اصل نام تھا.**

(A) میر محمد تقی　(B) میر علی متقی　(C) میر تقی احمد　(D) امیر تقی

3. **میر تقی کی عمر اس وقت کتنی تھی جب ان کے والد صاحب کا انتقال ہوا۔**

(A) نو سال　(B) آٹھ سال　(C) بارہ سال　(D) گیارہ سال

4. **میر تقی میر کی خود نوشت کا نام ہے۔**

(A) تذکرہ میر　(B) ذکر میر　(C) آتش میر　(D) میر بیتی

5. **تلاش معاش کے لیے میر تقی میر آگرے سے گئے۔**

(A) لکھنو　(B) حیدر آباد　(C) بمبئی　(D) دلی

6. **میر تقی میر کو غزل کا کہا جاتا ہے۔**

(A) بادشاہ　(B) استاد　(C) صاحب کمال　(D) عظیم شاعر

7. **محبوب کی گلی میں میر تقی میر صدا لگا رہے**

(A) فقیرانہ　(B) درویشانہ　(C) امیرانہ　(D) دوستانہ

8. **میر تقی میر دعا دے رہے ہیں۔**

(A) دولت مند ہونے کی　(B) خوش رہنے کی　(C) بے نیاز ہونے کی　(D) آباد رہنے کی

9. **شاعر کس کے بغیر جینے کا کہتا ہے۔**

(A) دوست　(B) رقیب　(C) دشمن　(D) محبوب

10. **شہر کی تقدیر میں کیا نہ تھا۔**

(A) رزق　(B) شفا　(C) دولت　(D) صحت

11. **حتی الامکان شاعر نے کیا کوشش کی۔**

(A) دوا کی (B) محنت کی (C) سفارش کی (D) منانے کی

12. شاعر کس وجہ سے بے خود ہوا۔

(A) تڑپ کر (B) مچل کر (C) محبوب کے دیدار سے (D) تکلیف سے

13. مسلسل جبی کے سجدہ کرنے سے کیا ادا ہوا۔

(A) عبادت (B) حق بندگی (C) ریاضت (D) جستجو

14. شاعر کیا نہ دیکھنے کا شکر ادا کر رہا ہے۔

(A) تکالیف (B) مصائب (C) دکھ درد (D) غم دوستاں

15. شاعر نے دوستوں کو کیا دکھایا۔

(A) رسوائی (B) ذلت (C) داغ (D) زخم

16. شامل کتاب غزل میر تقی میر کی کتاب سے ماخوذ ہے۔

(A) کلیات میر (B) ذکر میر (C) دیوانِ میر (D) کلیات غزلیات میر

17. مطلع ہوتا ہے۔

(A) غزل کا پہلا شعر (B) نظم کا پہلا شعر (C) مرثیے کا شعر (D) غزل کا آخری شعر

18. مقطع کے لیے شرط ہے

(A) شعر (B) بیت (C) شاعر کا تخلص (D) قصیدہ

کثیر الانتخابی سوالات کے جوابات

B	10	D	9	B	8	A	7	A	6	D	5	B	4	D	3	A	2	C	1
				C	18	A	17	D	16	C	15	D	14	B	13	C	12	A	11